E-ISSN: 2706-8927
P-ISSN: 2706-8919
IJAAS 2019; 1(1): 186-188
Received: 16-05-2019
Accepted: 17-06-2019

Dr. Md Shamshad Akhtar
Associate Professor & Head
Department of Urdu, B.M.A. College, Baheri, Bihar, India

Corresponding Author:
Dr. Md Shamshad Akhtar
Associate Professor & Head
Department of Urdu, B.M.A. College, Baheri, Bihar, India

مثنوی گلزار نسیم کا تنقیدی جائزہ

Dr. Md Shamshad Akhtar

خلاصہ۔
مثنوی گلزار نسیم، پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی ہے جس میں پہلے سے موجود ایک نثری کہانی کو مثنوی کے قالب میں ڈھالا گیا ہے، وہ کہانی عزت اللہ بنگالی کی فارسی کہانی ہے جس میں انہوں نے ایک بے حد دلچسپ قصہ بیان کیا ہے، جس کا ترجمہ نہال چند لاہوری نے نثر میں کیا اور پھر اسی کہانی کی بنیاد پر نسیم کی تخلیق کی ہے، مثنوی گلزار نسیم میں لکھنوی تہذیب و تمدن کی کامیاب پیشکش ہے جس میں پلاٹ سے لے منظر کشی تک اور کرداروں سے لے کر مکالموں تک میں بڑی مہارت نظر آتی ہے، نسیم کا اسلوب جداگانہ ہے، زبان و بیان کی سطح پر انہوں نے بڑی مہارت کا ثبوت پیش کیا ہے، ان کی تحریریں جاودانی ہیں کیوں کہ انہوں نے اپنے عہد کی تمام تر سماجی و معاشی یہاں تک کے سیاسی امور تک کو بڑی ہی جابکدستی کے ساتھ اپنی مثنوی کا حصہ بنایا ہے۔

مطلوبہ الفاظ: مثنوی، گلزار نسیم، پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنوی تمدن، عزت اللہ بنگالی، مذہب عشق

مطالعہ کے مقاصد
مرثیہ نگاری پیچیدہ عمل ہے اور اس کا دائرہ نہایت وسیع ہے، یہ فن واقعات نگاری کا فن ہے جس میں ربط، تسلسل اور دیگر تفصیلات ضروری ہوتی ہیں، اردو کی تمام تر مثنویوں کی روشنی میں گلزار نسیم کی اہمیت و افادیت متعین کرنا اس مضمون کا مقصد ہے، جہاں تک اردو کی مثنویوں کا تعلق ہے تو اس ضمن میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ ان مثنویوں نے اردو شاعری میں تخلیقی سطح پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں، اس مضمون میں پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی گلزار نسیم کا فکری و فنی جائزہ لیتے ہوئے دنیائے مثنوی میں اس کے مقام کی نشاندہی کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

تعارف۔
مثنوی گلزار نسیم پنڈت دیا شنکر نسیم کی مشہور زمانہ مثنوی ہے، یہ کوئی نئی کہانی نہیں ہے بلکہ یہ دراصل فارسی میں عزت اللہ بنگالی کی نثری کہانی ہے جسے جان گلکرسٹ کی مخصوص فرمائش پر منشی نہال چند لاہوری نے اردو نثر میں اس کا ترجمہ کیا (۱۸۰۳) اور پنڈت دیا شنکر نسیم نے اس کہانی کو ۳۹ (۱۹۳۸) میں منظوم کیا اور اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کے ذریعے اپنی اس مثنوی کو انتہائی بلندیوں تک پہنچایا جس کی دنیا معترف ہے۔

پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور اردو و فارسی کے علم و ادب میں دلچسپی لیتے ہوئے اس میں بیش بہا مہارت حاصل کی اور شعر و شاعری کی طرف راغب ہوئے، پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی گلزار نسیم کو جو فوقیت و مقبولیت حاصل ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، اردو شاعری میں صنف مثنوی کو غزل کے بعد سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے متنوع موضوعات کے معاملے میں صنف مثنوی کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

مثنوی گلزار نسیم اپنے وقت اور حالات کی کامیاب ترجمان ہے، لکھنؤ تہذیب و تمدن کی مکمل اور متحرک تصویر کی پیشکش کے معاملے میں نسیم نے بڑی مہارت کا ثبوت پیش کیا ہے شعر و ادب دراصل اپنے وقت اور حالات کا نہ صرف یہ کہ ترجمان ہوتا ہے بلکہ مصلح بھی ہوتا ہے، نسیم کی مثنوی گلزار نسیم بھی اسی زمرے میں آتی ہے۔

پنڈت دیا شنکر نسیم لکھنؤ میں پیدا ہوئے اور اسی مناسبت سے ان کے اندر اردو فارسی شعر و ادب سے رغبت پیدا ہوئی اور انہوں نے اس میں مہارت بھی حاصل کی، آتش اور ناسخ نے سرزمین لکھنؤ کو اپنی شاعری و علمی صلاحیتوں سے منور کیا اسی بنا پر نسیم نے اتش کو اپنا استاد مانتے ہوئے ان سے اصلاح لینے لگے اور بہت کم عمری میں ہی وہ ایک معیاری شاعر کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے، فنکارانہ پیشکش کے لیے شعور کی رو کی بیداری شرط ہوتی ہے جس کے تحت ہر کامیاب فنکار بنیادی طور پر ناقد بھی ہوتا ہے اور یہی شعور نقد فنکار کے فن کو جاودانی عطا کرتا ہے، نسیم کے اسی شعور نقد نے انہیں اوروں سے ممتاز و ممیز کیا ہے، پنڈت دیا شنکر نسیم نے اپنی مثنوی گلزار نسیم میں نہ صرف یہ کہ لکھنوی تہذیب و تمدن کی جیتی جاگتی اور متحرک تصویر پیش کی ہے بلکہ انہوں نے اس سے نتائج اخذ کرتے ہوئے اعلیٰ انسانی قدروں کی اہمیت کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے، مثال کے طور پر انہوں نے اپنی مثنوی کا آغاز ہی کچھ یوں کیا ہے۔

خوبی سے کرے دلوں کو تسخیر
نیرنگ نسیم باغ کشمیر

پنڈت دیا شنکر نسیم نے اپنی مثنوی گلزار نسیم میں کوئی نئی کہانی نہیں پیش کی ہے بلکہ انہوں نے عزت اللہ بنگالی کی نثری کہانی گل بکاؤلی کو ہی اپنی مثنوی میں پیش کرنے کی

تاج الملوک اور بکاؤلی کو بے حد اہمیت دی ہے جن کے گرد پوری کہانی رواں دواں ہے

آہنگ واسلوب: دیا شنکر نسیم کا اسلوب جداگانہ ہے، وہ اس طرح کہ انہوں نے زبان وبیان اور زمین ومکان کی بازیافت وپیش کش میں بے انتہا مہارت کا ثبوت دیا ہے۔ مستعمل ومنفرد تراکیب کے بر محل استعمال نے ان کی تحریروں کو جاودانی عطا کی ہے، اس عہد کے سماج میں رائج الفاظ واصطلاحات اور ذہنی میراث کی پیکش میں پنڈت دیا شنکر نسیم نے انتہائی درجے کی فنی صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔

پنڈت دیا شنکر نسیم نے اپنی مثنوی میں حالانکہ ایجاز واختصار سے کام لیا ہے لیکن پھر بھی ان کی تحریریں قاری کو ذہنی آسودگی فراہم کرنے کا بہترین ذریعہ ہیں۔ تشبیہات واستعارات کی جادو گری نے لطافت ورعنائی کی ایک الگ دنیا سے آشنا کروایا ہے جو کہ نسیم کا ہی خاصہ ہو سکتا ہے، ایجاز واختصار کے باوجود نسیم نے کس طرح موضوع کے ساتھ انصاف کیا ہے وہ دیکھیے۔

تیورا کے گرا وہ بار بردوش
بیٹھا تو گرا، گرا تو بے ہوش
مفلس زر دار امیر قلاش
نوکر تاجر فقیر خوش باش
پوچھا کہ سبب کہا کہ قسمت
پوچھا کہ طلب کہا قناعت
اقرار میں جو تھی بے حیائی
شرمائی، لجائی مسکرائی
جب صبح ہوئی تو منہ میں ڈالا
کالے نے من، ازدہے نے کالا

ڈاکٹر سید اقبال احمد نئے تنقیدی مسائل میں لکھتے ہیں۔

پنڈت دیا شنکر نسیم کے یہاں ایجاز واختصار کا کمال ہے، ذہنی آسودگی اور لطف اندوز ہونے کے مواقع بھی زیادہ ہیں جبکہ مثنوی سحر البیان جزئیات نگاری کے کمال کے باوجود اس سے محروم ہے۔: سحر البیان: بیانیہ کا بہترین نمونہ ہے۔ لیکن بلاغت اور معنیٰ آفرینی کے پھول: گلزار نسیم: میں ہی کھلتے ہیں۔استعاروں کی معنیٰ آفرینی، تشبیہوں کی لطافت اور خیالات کی رعنائی نے اسے؛ نازک خیالی اور بلند پروری کا بہترین نمونہ بنادیا، ایجاز واختصار کی خوبی ایسے مقامات پر زیادہ نمایاں ہیں جہاں ان باتوں کا تذکرہ ہے۔ جن کے متعلقات سے لوگ عام طور سے واقف ہیں۔ مثلاً حمد، نعت اور منقبت کو مختصر اشعار میں نہایت خوبی کے ساتھ سمو دیا گیا ہے۔ نمونہ کلام نقل کرتا ہوں۔

ہر شاخ میں ہے شگوفہ کاری
ثمرہ ہے قلم کا حمد باری
کرتا ہے یہ دو زباں سے یکسر
حمد حق ومدحت پیمبر
ختم اس پہ ہوئی سخن پرستی
کرتا ہے زباں سے پیش دستی:

نتیجہ۔

اردو میں مثنویوں کی تاریخ بہت پرانی ہے، نظامی کی مثنوی کدم راؤ پدم راؤ کو اردو کی پہلی مثنوی کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے۔ دکن میں اردو مثنویوں کو کافی عروج حاصل ہوا، لیکن بعد کے دنوں میں اردو کا مرکز شمال کی جانب ہونے کے بعد یہاں بھی اردو میں بے شمار مثنویاں تخلیق کی گئیں۔

دہلی کے اجڑنے کے بعد وہاں کے شاعروں نے جب لکھنؤ کا دامن تھاما تو یہاں کی ادبی وشعری محفلوں کی رونقیں بڑھ گئیں اور تمام تر دوسری اصناف کے علاوہ مثنوی کے فن نے بھی کمال کا عروج پایا، یہاں میر حسن کی مثنوی سحر البیان کو بہت سراہا گیا ساتھ ہی زہر عشق کو بھی جو کہ نواب مرزا شوق کی مثنوی ہے، شوق نیموی اور راسخ عظیم آبادی کی بھی مثنویاں کافی مقبول عام ہوئیں، لیکن ان سب سے لگ اہمیت کی حامل پنڈت دیا شنکر نسیم کی مثنوی گلزار نسیم نے اپنی الگ اہمیت کا احساس دلایا، اس کی اہمیت کچھ یوں بھی ہے کہ اس مثنوی میں کامیاب کوشش کی ہے، دراصل عزت اللہ بنگالی کی کہانی گل بکاؤلی زبان فارسی میں ہے جس کا اردو ترجمہ نہال چند لاہوری نے ۱۸۰۳ء میں فورٹ ولیم کالج کے جان گلکرسٹ کی فرمائش پر کیا اور پھر دیا شنکر نسیم نے ۱۸۳۸ء میں اس کہانی کو اپنی مثنوی گلزار نسیم میں پیش کیا ہے۔

مثنوی گلزار نسیم کے مطالعے سے یہ بات عیاں ہو جاتی ہے کہ اس مثنوی میں نسیم نے اپنے عہد کی کامیاب ترین پیشکش کی ہے کیوں کہ وہی فن پارہ دائمی اہمیت کا حامل ہوتا ہے جس میں عصری حقیقتوں کو اس کے اسرار ورموز کی مدد سے سمجھا جائے اور پھر اسے اپنی فنکارانہ صلاحیتوں کی مدد سے قاری تک پہنچایا جائے، کامیاب فنکار وہی ہوتا ہے جو اپنے وقت کے سماج اور اس کے معاملات ومسائل کی جڑوں سے اپنے فن پارے کی تخلیق کرتا ہے اور اس ضمن میں یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ پنڈت دیا شنکر نسیم نے اپنے عہد کے لکھنؤ اور اس کے تہذیب وتمدن کی بھرپور عکاسی کی ہے، گلزار نسیم کے کرداروں کے احوال اور ماحولیات کے ساتھ منظر کشی بھی کہانی کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔

مثنوی گلزار نسیم کی کہانی حالانکہ عزت اللہ بنگالی کی کہانی گل بکاؤلی پر مبنی ہے، جس کا اردو ترجمہ نہال چند لاہوری نے مذہب عشق کے عنوان سے کیا تھا لیکن اگر ہم غور کریں تو یہ پائیں گے کہ جو کمیاں وخامیاں اصل کہانی میں رہ گئیں تھیں نہال چند لاہوری نے اپنے ترجمے مذہب عشق میں دور کرنے کی سعی کی ہے اور اس سے بھی بڑھ کر پنڈت دیا شنکر نسیم نے اپنی مثنوی گلزار نسیم میں اسے اور بھی بہتر طریقے سے سنوار دیا، مثال کے طور پر عزت اللہ بنگالی نے قصوں کو کچھ اس طرح پیش کیا ہے جس میں فنکارانہ کمی کا احساس ہوتا ہے، لیکن پنڈت دیا شنکر نسیم نے انہیں کرداروں اور مناظر کو اپنے انداز میں پیش کر کے ایک نئی شمع روشن کر ڈالی، بنیادی طور پر کہانی عزت اللہ بنگالی کی ہے لیکن پنڈت دیا شنکر نسیم نے براہ راست استفادہ نہال چند لاہوری کے مذہب عشق سے کیا ہے۔ مثال کے طور پر مذہب عشق کا یہ پیراگراف۔

کہتے ہیں کہ یورپ کے شہریاروں میں سے کسی شہر کا ایک بادشاہ تھا، نام جمال اس کا جسے ماہ منیر اور عدل وانصاف اور شجاعت میں بے مثال، اس کے چار بیٹے تھے اور ایک علم وفضل میں علامہ زماں اور جواں مردی میں رستم دوراں، خدا کے قدرت کاملہ سے ایک اور بیٹا آفتاب کی طرح جہاں کا روشن کرنے والا اور چودھویں رات کی طرح اندھیرے کا دور کرنے والا پیدا ہوا۔

اب یہ دیکھیے کہ پنڈت دیا شنکر نسیم نے قصے کے اس حصے کو کس طرح اشعار کے قالب میں ڈھالا ہے۔

یورپ میں تھا ایک شہنشاہ
سلطان زین الملوک ذی جاہ
لشکر کش وتاجدار تھا وہ
دشمن کش اور شہر یار تھا وہ
خالق نے دیے تھے چار فرزند
دانا، عاقل، ذکی، خردمند

حالانکہ چار فرزند، دانا، عاقل، ذکی اور خردمند پر بھی اعتراضات ہو سکتے ہیں، مثال کے طور پر اگر یہ صفات ہیں تو یہ نتیجہ اخذ ہوتا ہے کہ۔

(۱) جو دانا ہے وہ عاقل، ذکی اور خردمند نہیں ہے۔
(۲) جو عاقل ہے وہ دانا، ذکی اور خردمند نہیں ہے۔
(۳) جو ذکی ہے وہ دانا، عاقل اور خردمند نہیں ہے۔
(۴) جو خردمند ہے وہ دانا، عاقل اور ذکی نہیں ہے۔

لیکن اگر اس کا مفہوم یہ لیا جائے کہ یہ تمام خصوصیات ان چاروں فرزندوں میں موجود تھیں تو اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

کردار وکردار نگاری: مثنوی گلزار نسیم میں تمام تر کردار متحرک وفعال نظر آتے ہیں جس سے یہ بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مثنوی نگار نے اپنی تمام تر فنکارانہ صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا ہے، کیوں کہ کسی بھی قصے میں کرداروں کی سب سے زیادہ اہمیت ہوتی ہے اگر کردار جاندار نہیں ہوں گے، ان کے حرکات وسکنات اور مکالمے کہانی اور منظر سے مناسبت نہیں رکھیں گے تو ویسی حالت میں قصے کو گہن لگ جاتا ہے اور قاری بے دلی کا شکار ہو جاتا ہے۔

نسیم نے اپنے تمام تر کرداروں کے ساتھ بجا طور پر انصاف کرتے ہوئے اس مثنوی کے دو اہم ترین کرداروں

پنڈت دیا شنکر نسیم نے داستان کی پیشکش میں پلاٹ، منظر کشی اور کرداروں کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ مکالمہ نویسی اس قدر فطری ہے کہ ادائیگی کے وقت سارے کردار جیتے جاگتے اور متحرک و فعال نظر آتے ہیں، بحیثیت مجموعی مثنوی گلزار نسیم اردو کی کامیاب ترین مثنویوں میں سے ایک ہے۔

حوالہ جات

۱۔ تنقید اور اسلوبیاتی تنقید پروفیسر مرزا خلیل احمد بیگ علی گڑھ ۲۰۰۵ مسلم یونیورسٹی پریس، علی گڑھ

۲۔ اردو داستان۔ تحقیق و تنقید ڈاکٹر قمر الہدیٰ فریدی، ۱۹۹۱ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

۳۔ مثنوی گلزار نسیم پنڈت دیا شنکر نسیم، ۱۹۸۴ ایجوکیشنل بک ہاؤس، علی گڑھ

۴۔ نئے تنقیدی مسائل ڈاکٹر سید اقبال احمد ۲۰۰۸ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی

۵۔ تنقیدی مسئلے پروفیسر نجم الہدیٰ ۲۰۱۶ دار الاشاعت مصطفائی، دہلی